Dareecha-e-Tahqeeq
دریچۂ تحقیق

ISSN PRINT 2958-0005 ISSN Online 2790-9972
VOL 4, Issue 1
www.dareechaetahqeeq.com dareecha.tahqeeq@gmail.com

مستنصر حسین جامی

پی ایچ ڈی سکالر، شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

ڈاکٹر محمود الحسن

اسسٹنٹ پروفیسر شعبہ اُردو، نیشنل یونیورسٹی آف ماڈرن لینگو یجز، اسلام آباد

اُردو ادب کے فروغ میں فنُون لطیفہ کا کردار

Mustansar Hussain Jami

PhD Scholar, Urdu Department, National University of Modern Languages, Islamabad.

Dr. Mehmood Ul Hassan

Assistant Professor Urdu Department, National University of Modern Languages, Islamabad.

The Role Of Fine Arts In The Promotion Of Urdu Literature

The fine arts have great power to convey messages on the other hand literature have not as literature have some issues. One of the problems with literature is that it is very vital to be well-versed to understand its mysteries, while in music, painting, theater, tv and expositions drama, and film, it is not mandatory. Sometimes an individual remembers numerous poems and stanzas of a song even though he does not know their connotation nor can execute reading or jotting down them. This is the power of music. In the same way, the charm of painting, there will hardly be a person who does not like and admire colors. if literature and colors are exemplified together, any induvial in the world will navigate its meaning. Multitudes who are not fond of poetry but or fond of painting or art work can easily understand poetry through such books or portrayals that lived smudged with vocals. The coalition with literature and painting is very obsolete. Allama Muhammad Iqbal was also well aware of the prestige of this bond. In the West, Dante Alighieri and Johann Wolfgang von Goethe, books have already been published Graphics Editions. All of these assertions prove that literature does not have the same everlasting affect unless or until fine arts become part and parcel of literature as well.

Key words: Fine Arts, Literature, Music, Painting, Theater, Promotion, Role of Fine Arts. Poetry

کلیدی الفاظ: تصویر کشی، رقص، فنُون، ماہرین فن

خالق کے بعد انسان وہ واحد مخلوق ہے جو تخلیق کے مادے سے منوَّر و آشنا ہے۔اُس کی ان تخلیقات کی ہی بدولت آج رات کے اندھیروں میں قمقمے روشن ہیں، پیغامات بڑی سُرعت سے رواں دواں ہیں، ہواؤں میں جہاز پرندوں کی سی مانند اُڑ رہے ہیں، سمندروں کی سطحوں کو چیرتے بحری بیڑے لا محدود سفر کو محدود میں بدلتے دکھائی دیتے ہیں

 Corresponding Author’s Email: mmhassan@numl.edu.pk

،میدانوں، پہاڑوں اور ریگستانوں میں انسان نے نئی دنیائیں آباد کرلی ہیں ،شاہراہوں پر فراٹے بھرتی گاڑیاں اور کمپیوٹر کی ایجاد انسان کی تخلیق کے منہ بولتے ثبوت ہیں۔

ان ایجادات میں شوق سے زیادہ ضروریات زندگی کو دخل رہا ہے ۔روٹی، کپڑا اور مکان کے علاوہ ایک ضرورت ایسی بھی ہے جو ان تمام ضروریات زندگی سے کسی طور کم نہیں،انسان جذبات واحساسات کا منبع ہے جہاں اُسے رہنے، کھانے اور پہننے کی ضرورت محسوس ہوئی وہاں اُسے اپنے جذبات واحساسات کو دوسروں تک پہنچانے کی شدید آرزو دامن گیر رہنے لگی اور اسی خواہش واشتیاق نے اُسے اشاروں اور آوازوں اور مبہم لفظوں سے متعارف کروایا۔ ابتدائی اشاروں، کنایوں اور دیواروں پر تصویر کشی نے اُس کے دل کو وہ اطمینان بخشا جو کھانے، پہننے یا آرام کرنے سے کہیں زیادہ پُر لطف و بامزہ تھا۔ دوسروں کو اپنی طرف راغب ہوتا دیکھ!!اس کے دل میں ایسا اکثر و بیشتر کرنے کی تمنا پنپنے لگی اور انسان نے دل کی بات کرنے کے طریقوں کی کھوج شروع کردی اسی تلاش نے اُسے مصوّری، موسیقی، شاعری، تعمیر، خطاطی، ڈرامہ (تھیٹر) اور رقص جیسے فنُون لطیفہ سے متعارف کروایا۔ان فنُون میں روح پھونکنے کی غرض سے انسان نے اپنے تخلیقی جوہر کو کام میں لاتے ہوئے رنگ، ستار، طبلہ، قلم، کاغذ، روشنائی، تیشہ اور تلوار ایجاد کیے ۔وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ انسان مصوّر و موسیقار و سنگ تراش اور شاعر ہونے کو اپنے لئے طُرّہ ءِ افتخار سمجھنے لگا۔قبلیوں اور خاندانوں میں شعرا، مصورین، خطاط اور ماہرین فنِ تعمیر کو عزت وعظمت کی علامت سمجھا جانے لگا عزت و شہرت کے اس سیلِ بے کراں نے دنیائے رنگ وبو میں ایسے ایسے فنکار پیدا کیے جن کی مثال ڈھونڈنے سے بھی نہیں ملتی ،فنونِ لطیفہ میں پیغام رسانی کا ایسا سحر اور ایسی طاقت ہوتی ہے جو کسی اور ذریعہ ابلاغ میں ناممکن ہے ہمارے تمدن کے ساتھ فنونِ لطیفہ کا گہرا رشتہ ہے بقول فراق گور کھپوری :"فنونِ لطیفہ کے بغیر تمدن بیمار پڑ جاتا ہے اور ایک بیماری نہیں سیکڑوں بیماریوں کا شکار ہو جاتا ہے "(۱)۔ڈاکٹر علامہ محمد اقبال اپنی ڈائری میں فن کی حدود کا تعین کرتے ہوئے فرماتے ہیں:"سائنس، فلسفہ، مذہب سب کی حدود ہیں، صرف فن لامحدود ہے۔۔۔۔فنونِ لطیفہ اسرارِ فطرت کی نقاب کشائی ہے "(۲)

اب ہم موضوع کی حدود و قیود کا خیال رکھتے ہوئے ایسے فنُون لطیفہ کے تاریخی پس منظر پر ایک طائرانہ سی نگاہ ڈالیں گے جو ادب کے فروغ میں اہم ثابت ہوئے اِن فنُون میں مصوری، موسیقی، خطاطی اور تھیٹر شامل ہیں۔ مصوّری کو ہی لیجیے جو دنیا کے قدیم فنُون میں سے ایک ہے جس کی دلیل فرانس کی غاروں میں پائی جانے والی تصاویر ہیں۔ "Essential History of Art" کے مطابق:

"جنوب مغربی فرانس کے علاقے ڈورڈوگن میں لاسکاکس میں غاروں کے زیرزمین نیٹ ورک میں پیلیولتھک دیوار کی پینٹنگز اور نقاشی ہیں جن میں گھوڑے، بائسن، مویشی اور ہرن سمیت جانوروں کی تصویر کشی کی گئی ہے۔جس تہذیب نے ان فن پاروں کو تخلیق کیا وہ 15,000 قبل مسیح میں موجود تھی۔یہ امکان ہے کہ غاروں کو جادوئی رسم کے حصے کے طور پر سجایا گیا تھا، شاید ایک کامیاب شکار کو یقینی بنانے کے لئے۔"(۳)

اب اگر مصورانِ عالم کی بات کی جائے تو وہ "رافیل (Rafael) " ہو یا " مائیکل اینجلو (Michelangelo)" ہو "ویمر (Vermeer)" ہو یا " پابلو پی کیسو (Pablo Picasso) " ہو یا " عبدالرّحمٰن چغتائی (Abdur Rehman Chughtai) ہو یا پھر " سید صادقین احمد نقوی (Syed Sadequain Ahmed Naqvi) ہوں یہ سب دنیائے مصوّری کے وہ درخشاں ستارے ہیں جن کی مثل کوئی دوسرا نہیں۔مصوّری کے ساتھ اب اگر موسیقی کی طرف نگاہ کی جائے تو تاریخی اعتبار سے یہ مصوری سے کم نہ ہوگی۔موسیقی کا ایک پہلو جو اسے مصوری سے مختلف کرتا ہے وہ اس کا مذہبی پہلو ہے دنیا میں کئی ایسے مذاہب ہیں جن میں موسیقی کو بنیادی حیثیت حاصل ہے۔ وکیپیڈیا کے مطابق ان مذاہب کی تفصیل کچھ یوں ہے :

"قبل از تاریخ ثقافتوں کی موسیقی کے سب سے پہلے ثبوت ہڈیوں کی بانسری کے ذریعے ملتے ہیں جس کی تاریخ آج سے ۴۰۰۰۰ سال پُرانی ہے۔اس کا تعلق بالائی پیلولتھک (Upper Paleolithic) سے جاملتا ہے۔قبل از تاریخ کی موسیقی کے بارے زیادہ کچھ نہیں معلوم سوائے چند ایک بانسریوں یا دیگر سادہ آلاتِ موسیقی کے ۔قبل از تاریخ کے معاشروں، جیسے چیاہ قبیلہ (Xia dynasty) اور وادی سندھ کی تہذیب میں موسیقی کے اثرات کے شواہد ملتے ہیں تحریر کی ترقی کے بعد، خواندہ تہذیبوں جیسے چینی، مصری، یونانی، ہندوستانی، فارسی، میسوپوٹیمیا اور مشرق وسطیٰ میں قدیم موسیقی کے شواہد ملے ہیں۔تانگ قبیلہ (Tang dynasty)، جاپانی گاگاکو (Japanese Gagaku) اور کوریا دربار کی موسیقی نے ایک دوسرے کو بہت متاثر کیا۔ہندو ویدوں نے ہندوستانی کلاسیقی موسیقی کو متاثر کیا، کنفیوشس ازم (Confucianism) کے کلاسکیوں نے بعد میں چینی موسیقی کی بنیاد رکھی۔کرسچن چرچ کے لئے تیار کی گئی موسیقی نے مغربی کلاسیکی موسیقی کا صحیح طور آغاز کیا اور یہ موسیقی قرون وسطیٰ دور تک جاری رہی۔بہت سی ثقافتوں نے موسیقی کو دیگر آرٹ کی شکلوں کے ساتھ جوڑا ہے۔(۴)

موسیقی میں تان سین ، اُستاد بڑے غلام علی خان، اُستاد بسم اللہ خان، محمد رفیع، مہدی حسن، غلام علی، نور جہاں، نصرت فتح علی خان ہوں یا پھر مغرب میں مائیکل جیکسن ہو یہ سب اپنے دور کے بہت بڑے نام ہیں۔اپنے موسیقاروں کے نام میں نے اس لئے زیادہ لکھے ہیں کیوں کہ آگے چل کر ہم نے انہیں کی گائیکی پر بات کرنی ہے۔اب اگر فنِ خطاطی کی طرف نظر کی جائے تو خطاطی کی تاریخی قدامت کے متعلق آرکالوجیکل انسٹی ٹیوٹ آف امریکا(Archaeological Institute of America) کے میگزین"آرکالوجی(ARCHAEOLOGY)" میں ایڈیٹر لکھتے ہیں:

"بابل(Sumerian)جو کہ اب عراق ہے اس کے کاتبوں نے سب سے پہلے تقریباً ۳۲۰۰ قبل مسیح لین دین کو ریکارڈ کرنے کے لئے گیلی مٹی پر سر کنڈوں سے بنائے گئے قلم کا استعمال کیا اور ان سے تین کونوں والی اشکال کو خاص ترتیب سے جوڑ کر تحریر بنائی۔اس رسم الخط کو خطامیخی کہا جاتا ہے۔رسم الخط بذات خود ایک زبان نہیں ہوتا اس لئے اُس دور میں متعدد ثقافتوں کے مصنفین نے لکھنے کے لئے خطِ میخی کو استعمال کیا۔خاص طور پر اکادیان۔(۵)

دنیا کے قدیم رسم الخط میں سمیری، میخی، اکادی اور بابلی ہیں۔دیگر رسم الخط میں فارسی جو خط نستعلیق میں لکھی جاتی ہے جبکہ عربی خطِ تعلیق، کوفی، نسخ، دیوانی، ثلث میں ،انگریزی رومن رسم الخط میں، چینی زبان کے بنیادی بارہ سٹروک ہوتے

ہیں جن سے مل کر تحریر کرداروں کی صورت اختیار کرتی ہے، ہندی ناگری جبکہ ہر دل عزیز اُردو نستعلیق رسم الخط میں لکھی جاتی ہے۔سب سے زیادہ جن زبانون میں خطاطی پر کام ہوا ہے اُن میں یونانی، عربی، فارسی، اُردو، انگریزی اور چینی شامل ہیں تحریر کو خوبصورت بنا کر لکھنے کا آغاز تو قدیم یونان اور مصر سے ہی ہو چکا تھا لیکن اسے بام عروج تک اسلامی خطاطی نے ہی پہنچایا۔ویکیپیڈیا میں مشہور مسلم خطاط کے بارے لکھتے ہیں :

" سلطنت عثمانیہ کے مشہور خطاط محمود شیوکی آفندی(Mehmed Shevki Efendi) جو کہ خط نسخ میں ماہر تھے، خطاط مصطفی راقم(Mustafa Rakim)، شیخ حمداللہ(Shaykh Hamdallah)، جو کہ خط ثُلث میں ماہر تھے۔یاقوت المستعصمی(Yaqut al Musta'simi)،ابن البواب(Ibn al-Bawwab)خط محقق کے ماہر تھے۔میر عماد(Mir Emad)خط نستعلیق کے ماہر تھے،اب کچھ ایسے خطاط جنہوں نے اپنا خود کا خط متعارف کروایا،ان میں سید صادقین(Syed Sadequain Ahmed Naqvi)،نے اپنا خط(خطِ صادقین)اور اسلم کمال(Aslam Kmal)نے خط کمال متعارف کروایا"(۶)

اسلامی خطاطی کے اثرات آیات و اسماء تک ہی محدود نہیں رہے بلکہ خط نستعلیق میں اُردو، فارسی شعرا کا کلام خوش نویسوں نے بڑے شوق اور خلوص کے ساتھ لکھا ہے۔سلطنتِ مغلیہ کے بادشاہ اکبر نے کتابوں کی خوبصورت خطاطی اور تزین و آرائش کے لئے الگ ادارہ(آئینہ تصویر خانہ)، خواجہ عبدالصمد اور میر سعید علی تبریزی کی سر براہی میں قائم کیا۔اس کے علاوہ خطاطی اور نقش و نگار کے اعلیٰ نمونے اکبر کے دور حکومت میں بھاٹی گیٹ لاہور، اونچی مسجد، بیگم شاہ مسجد میں آج بھی مغل دور کی یاد دلا رہے ہیں۔لاہور میوزیم کی عمارت میں جہانگیر کے خطاط میر عبداللہ نے خطاطی کے جوہر دکھائے، اسی خطاط نے سلیم کی بیوی شاہ بیگم کی یادگار پر نستعلیق خط میں خطاطی کی، بادشاہی مسجد میں خطاطی کے انمٹ خطوط اسی خطاط کے ہاتھوں انجام کو پہنچے۔عبدالحمید خان حیدر آباد دکن کے ایک مانے ہوئے خوش نویس تھے۔عبداللطیف مید کی آندھرا پردیش، اسلامی آرٹ کے علاوہ انگریزی اور فارسی خطاطی کے بھی ماہر تھے۔دورِ حاضر میں کمپیوٹر کی ایجاد نے خطاطوں کی اہمیت کو کم کر دیا ہے لیکن آج بھی بہت سے ایسے خطاط موجود ہیں جو اپنی گزشتہ روایات کو ساتھ لئے ہوئے ہیں جیسے محمد امجد علوی آج کے اس جدید دور میں سوشل میڈیا کا سہارا لیتے ہوئے عربی، فارسی اور اُردو کے جدید خط کو نوجوان نسل میں بڑی محنت اور لگن سے منتقل کر رہے ہیں۔فُنُون کی اس تاریخی جھلک میں آخری فن، فنِ شاعری ہے۔ "History Collection"قدیم شعرا کے متعلق لکھتے ہیں:

"ہومر آٹھویں صدی قبل از مسیح کا شاعر جو ایلیڈ اور اوڈیسی کے مصنف ہونے کی وجہ سے مشہور

ہوا۔رومن دنیا کے مشہور شاعر پبلیئس ورجلییس(Publius Vergilius Maro) نے لاطینی ادب کی تین سب سے بڑی نظمیں لکھیں، جن میں "Georgics"،"The Bucolics" اور "Anciant Rome's" لی بائی(Li Bai)چینی شاعری کے سنہری دور سے تعلق رکھتے ہیں اور آج تک چین کے سب سے زیادہ قابل احترام شاعر سمجھے جاتے ہیں۔ان کی نظمیں تنہائی، دوستی اور فطرت کے گرد گھومتی ہیں۔ابوالطیب احمد بن حسین عرف المتنبی ایک با اثر اور ممتاز عرب شاعر ان کی شاعری عرب دنیا میں ضرب المثل کی حیثیت رکھتی ہے۔منصور فردوسی ایران سے تعلق رکھتے ہیں ان کی شہرت" شہنامہ" ہے۔اس شہنامے نے فارسی زبان کو معدوم ہونے سے بچانے میں اہم کردار ادا کیا۔" "The Canterbury Tales" کے مصنف اور شیکسپیئر سے پہلے انگریزی زبان کے باوا آدم جیفری

چوسر (Geoffrey Chaucer) ہیں۔ الیگزینڈر پشکن (Alexander Pushkin) روس کا سب سے بڑا شاعر اور ادیب جسے جدید روسی ادب کا بانی سمجھا جاتا ہے"(۷)

عربی، فارسی اور اُردو کے کئی شعرا آفاقی شہرت کے حامل ملتے ہیں۔ عربی شعرا میں اخطل، کعب بن زہیر، الجاحظ یا امرؤالقیس، فارسی شعرا میں سعدی شیرازی، حافظ شیرازی، اردو میں ولی دکنی سے لے کر امیر خسرو، میر تقی میرؔ، مرزا اسد اللہ خان غالبؔ، ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ، فیض احمد فیضؔ اور دیگر شامل ہیں نثر دو نثر کے بڑے ناموں میں آغا حشر کاشمیری، خواجہ معین الدین، بانو قدسیہ، انور مقصود، اشفاق احمد، خدیجہ مستور اور عمیرہ احمد جو دور حاضر کا نام ہے۔ ماہرین فن اور فُنُون کے مختصر تعارف سے ہم ان کی قدامت اور اہمیت سے کسی حد تک واقف ہو چکے ہیں۔ اُردو ادب کی بات کی جائے تو اس کی سب سے مقبول عام صنف شاعری ہے جس نے تقریباً دو صدیوں تک راج کیا ہے۔ بادشاہوں کے درباروں میں شعرا کو خاص اہمیت حاصل تھی، وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ جہاں لوگ زیادہ مصروف رہنے لگے ہیں اور مشاعروں میں وہ دم خم یا تسلسل باقی نہیں رہی اگر پہلے مہینے میں چار بار مشاعرہ ہوتا تھا تو اب سال میں دو بار منعقد کیا جاتا ہے اور اُس میں لوگوں کی شمولیت آبادی کے تناسب سے بہت ہی کم رہ گئی ہے۔ ابتدا میں شاعری درباروں تک ہی محدود رہی انگریز دور کے بعد سے شاعری عام لوگوں کی زبان بنی اور عام لوگ اسے سننے لگے۔

شاعری کو جب کبھی کسی اور فن کا ساتھ میسر ہوا تو وہ شاعری چاہے غزل، نظم یا شعر تھی ادبی دائرے سے نکل کر ہر عام و خاص کے دل کا سرور بنی، مثلاً اگر میر تقی میرؔ کی غزل کسی گائیک نے گائی تو اس موسیقی سے وہ بھی لطف اندوز ہوئے جو ان پڑھ تھے یا جو میر کی کتابیں خریدنے سے قاصر تھے۔ یوں میرؔ کا کلام اُن لوگوں کے درمیان جا پہنچا جو میرؔ کے کلام سے بہرہ مند نہ تھے۔ قدیم دور میں بہت سی ایسی کُتب میسر تھیں جن میں دلچسپی کو مزید بڑھانے کے لئے تحریر کے ساتھ ساتھ تصاویر بھی شامل کی گئیں، اس کی چند مثالوں میں "Book of the Dead"، اور "Codex Gigas" ہیں ان کُتب میں تحریر کے علاوہ تصویر بھی کتاب کا حصہ تھی جسے آج بھی دیکھا جا سکتا ہے۔ ان کے مقابلے میں ماضی قریب کی بات کی جائے تو " مراۃ القدس" اور " ہاتفی کا مصور نسخہ" کا نسخہ جسے مغل بادشاہ اکبر کے حکم پر " محرم کوکا" نے تحریر کیا۔ یہ کُتب اور ان جیسی کئی اور تصانیف اس بات کی واضح دلیل ہیں کہ تحریر کو جب کسی اور فنِ لطیف کا ساتھ میسر آیا تو اس کے اثرات کا دائرکار بہت وسیع ہوا۔ شاعری کی کتاب کے مصوّر ایڈیشن کی کیا اہمیت ہو سکتی ہے علامہ اقبالؔ کی اُس گفتگو سے اندازہ لگائیے جو اُنہوں نے عبدالرّحمٰن چغتائی سے فرمائی تھی، بقول عبدالرّحمٰن چغتائی:

"علامہ اقبال کی ہمیشہ یہ آرزو رہی کہ اُن کے کلام کا ایک باتصویر اور جامع ایڈیشن شائع کیا جائے وہ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ صحت بحال ہو جائے تو جاوید نامہ کا انگریزی میں ترجمہ کروں گا اسے ترتیب دوں گا۔ اس میں تمھاری بنائی ہوئی تصویریں ہوں گی اور اس مصور ایڈیشن کو نوبل پرائز کے لئے پیش کیا جائے گا۔ علامہ مرحوم کی اس خواہش کو میں نے اپنی آرزو بنا لیا لیکن اس آرزو کو عملی صورت دینے میں پچیس سال گزر گئے۔"(۸)

یورپ میں فلسفی دانتےؔ اور گوئٹے کے مصور ایڈیشن کی اہمیت سے علامہ خوب واقف تھے اس لئے اُن کی بھی یہی خواہش تھی۔ ذرا غور فرمائیے کہ علامہ جیسے بڑے شاعر کو تصویر کی طاقت کا اندازہ تھا کہ اگر اشعار کے معنوں کو رنگوں کا

لبادہ مل جائے تو وہ لوگوں کی توجہ کا کس قدر مرکز و محور بن سکتے ہیں۔ شعر کو تصویر میں ڈھالنے سے غیر زبان بھی اسے سمجھ سکتے ہیں، عمر خیام کے مصور ایڈیشن کی اہمیت سے کوئی انکار نہیں کر سکتا کہ اس مصور ایڈیشن کی بدولت عمر خیام مغرب میں بہت مقبول ہوئے۔ اُردو شعرا کے کلام کو " عبدالرُحمٰن چغتائی" نے اپنی تین کُتب کی شکل میں پیش کر کے دنیائے اُردو ادب کو انمول دولت سے مالا مال کیا ان ایڈیشنوں میں " مرقعِ چغتائی (دیوان غالبؔ کا مصور نسخہ)"، " نقشِ چغتائی (دیوان غالبؔ کا مصور نسخہ)"، " عملِ چغتائی (کلامِ اقبالؔ کا مصور نسخہ)، شامل ہیں۔

سید صادقین احمد نقوی مصور، خطاط اور شاعر یقیناً پاکستان کے لئے کسی اعزاز سے کم نہیں ہیں صادقین نے کلام مرزا اسد اللہ خان غالبؔ، علامہ اقبالؔ اور فیض احمد فیضؔ، کو مصور کیا ہے صادقین فاؤنڈیشن کی طرف سے ان مصور فن پاروں کو ایک رنگین کتاب کی شکل میں شائع کیا گیا ہے جو کسی بھی مغربی کتاب سے معیار میں کم نہیں اس کتاب کا نام " Mystic Expressions by SADEQUAIN an Odyssey to Exaltation with Ghalib, Iqbal, faiz and Saqequain" ہے۔ صفی صفدر سہ ماہی " ادبیات" اسلام آباد میں سید صادقین احمد نقوی کی مصوّری کے بارے لکھتے ہیں:

"مصوری میں اور کتاب سازی میں خطاطی کے لئے ایک جیسے اظہار کی گنجائش نہ تھی۔ صادقین نے اقبالؔ اور غالبؔ کو بھی مصور کیا۔ اقبال کو مصور کرتے وقت صادقین کا کینوس بہت وسیع ہو گیا۔ بالکل اقبالؔ کے تصورات کی نہج پر۔ اقبال کو مصور کرتے ہوئے صادقین اپنے فن کے عروج پر ہیں۔ ایک طرف تو وہ خطاطی اور مصوری کے جدید تقاضوں کو پورا

کرتے ہیں۔ دوسری طرف وہ ہماری روایتی کتابی مصوّری کے رجحانات کا بھی ساتھ دیتے ہیں۔ تصویر کے گرد بجائے پھول پتیوں کے انہوں نے اشعار کو خوبصورتی سے تحریر کیا اور حاشیہ سازی کا کام لیا۔''(۹)

اسلم کمال صاحب نے بھی کلامِ اقبال کو مصور کیا اور خطِ کمال بھی متعارف کروایا جس کا ذکر ہم بعد میں کریں گے۔ دیگر مصوروں میں وصی حیدر جنھوں نے کلامِ فیض ؔ، احمد فرازؔ کو پینٹ کیا اور جدید مصوری کے طریقوں سے ان اشعار کو نئے معانی پہنائے۔ شاکر علی نے کلامِ اقبالؔ، غالبؔ اور نثری کُتب کے سرورق ڈیزائن کیے۔ ان ماہرینِ فن نے شعرا کے کلام کو اُن گیلریوں اور نمائشوں کا حصہ بنایا جہاں شاید وہ شعرا یا اُن کا کلام اُس طرح پیش نہ ہو سکتا۔ دنیا کے کئی بڑے میوزیمز اور کئی ممالک کے صدور و وزرا کے گھر اور دفاتر میں آج بھی ان ماہرین کی بدولت میرؔ و غالبؔ اور اقبالؔ و فیضؔ کا کلام اپنے معنی و مفہوم کے ساتھ رنگوں میں زندہ و تابندہ جلوہ آفروز ہے۔ شاعری اور مصوری کے انمول بندھن کو عبدالرّحمٰن چغتائی بڑے احسن طریقے سے بیان کرتے ہوئے رقم طراز ہیں:

''شعر اور تصویر کا رشتہ بڑا نازک ہے شعر تخلیق کے بعد ہزاروں بار پڑھا جاتا ہے اور ہزاروں بار چھپتا ہے لیکن اس میں کسی طرح کا فرق نہیں آتا، تصویر کی تخلیق ایک جنم کا بوجھ ہے وہ بیسیوں مراحل سے گزرتی ہے تو تصویر کہلاتی ہے۔۔۔۔۔ میری تصویروں میں غزال، آہو، شاہین، شتر اور گھوڑے گردن اُٹھائے صحراؤں کی وسعتوں میں ان شتربانوں، عدی خوانوں، مجاہدوں اور صحرا نشینوں کی راہ دیکھ رہے ہیں۔۔۔۔۔ تصویریں روزمرّہ کی بول چال یا عام فہم الفاظ نہیں ہیں وہ شعر ہیں نظمیں اور گیت ہیں جن کو سمجھنے اور لطف اندوز ہونے کے لئے ایک صاحبِ ذوق اور ایک مفکر کی ضرورت ہوتی ہے۔۔۔۔۔ علامہ اقبالؔ نے اپنی شاہکار نظم '' میلادِ آدم'' مکمل کی تھی جس کا ہر شعر آج بھی ایک تصویر نظر آتا ہے بلکہ کئی شعر ایسے بھی ہیں جن پر کئی کئی تصویریں بنائی جاسکتی ہیں۔(۱۰)

ان مصوروں کے چند فن پارے نمونے کے طور پر پیش کیے جارہے ہیں تاکہ سند بھی رہے اور طالبان علم کی تشنگی بھی بجھ سکے، ملاحظہ فرمائیے:

مصوری کے بعد جس فنِ لطیف نے ادب کے فروغ میں اہم کردار ادا کیا وہ موسیقی ہے۔ موسیقی فنکار کی رُوح کی قوت ہے ایسی باطنی طپش ہے جس کی لہریں چہرے کو تابناک اور پورے وجود کو پاکیزہ بنادیتی ہیں اسی موسیقی نے ادب کو علمی محفلوں کے مخصوص دائرے سے نکال کر ہر خاص عام کے لئے لطف و سرور کا سامان بنادیا۔ مہدی حسن نے جتنی بھی غزلیں گائی ہیں اُن میں سے بیشتر ایسی ہیں جن کے سیاق وسباق کے متعلق زیادہ لوگ نہیں جانتے تھے لیکن جب مہدی حسن نے گادیں تو امر ہو گئیں یہی نقطعہ ہے کہ آخر ادب میں خود اتنی طاقت کیوں نہ تھی کہ ہر خاص وعام کے زبان پر جاری رہ سکتا اسے موسیقی نے لوگوں کے دلوں کی دھڑکن بنادیا مثلاً نصرت فتح علی خان نے جو کلام گایا زبانِ زد عام ہو گیا جیسے '' یہ جو ہلکا ہلکا سرور ہے''، ''سوچتا ہوں وہ کتنے''، ''نمی دانم چہ منزل بود''، '' کالی کالی زلفوں'' اور دیگر ہزاروں گیت شامل ہیں، مہدی حسن کی چند مشہور غزلوں کو لیجیے '' رنجش ہی سہی (احمد فرازؔ) ''، '' اب کے ہم بچھڑے (احمد فرازؔ)''۔ ''دلِ ناداں تجھے ہوا کیا ہے (مرزا غالبؔ) ''، '' گلوں میں رنگ بھرے (فیض احمد فیضؔ)، ''بات کرنی مجھے مشکل کبھی ایسے تو نہ تھی'' ، '' کو باکو پھیل گئی (پروین شاکرؔ)'' یا محبت کرنے والے کم نہ ہوں گے (حفیظ ہوشیار پوری)'' ، یہ وہ غزلیں ہیں کہ اکثر کو صرف موسیقی سُن کے ہی زبان پے رواں ہو جاتی ہیں۔

اب فرق آپ خود محسوس کر سکتے ہیں کہ گائی جانے کے بعد غزل کے فروغ میں کس قدر اضافہ ہوتا ہے۔ اس طرح میڈیم نور جہاں، نصرت فتح علی خان، غلام علی، نیرہ نور، اقبال بانو وغیرہ موضوع کی تحدید کو دیکھتے ہوئے صرف ناموں پر اکتفا کیا جارہا ہے۔ اردو ادب کے فروغ میں ڈرامہ اور تھیٹر کا کردار بڑا اہم ہے۔ جس تحریر کو سٹیج یا کیمرہ میسر آ گیا ہے وہی عالمی شہرت کی بلندیوں کو چھو گیا ہے مغربی ادب کا جائزہ لیا جائے تو شیکسپیئر کے ڈراموں (میک بیتھ، کنگ لیئر، جولیا سیزر، رومیو جیولیٹ) کو آفاقی بنانے والا سٹیج ہے نہ کہ اُن ڈراموں کی تحریں، ہیری پوٹر سریز کو عالمی شہرت ٹیلی ویژن سکرین سے ملی اور ارطغرل ڈرامہ سیریل کو ہی لیجیے کیسے شہرہ آفاق ڈرامہ سیریل بن کر اُبھرا، جبکہ یہ تاریخ تیرھویں صدی عیسوی کی ہے۔ اب اگر اُردو کے ناولز اور اُن پر بنائے گئے ڈرامہ سیریلز کی بات کریں تو پہلا نام میرے ذہن میں شوکت صدیقی کے ناول '' جانگلوس'' کا آتا ہے جو پی ٹی وی کے چند مشہور ڈراموں میں سے ایک تھا۔ اشفاق احمد کی کتاب '' ایک محبت سو افسانے'' کو جب پی ٹی وی پر ڈرامائی شکل میں پیش کیا گیا تو لوگوں کی کثیر تعداد نے یہ ڈرامہ دیکھا اور اشفاق احمد کا نام '' ایک محبت سو افسانے'' کے ساتھ ایسا جڑا کہ آج تک اُسے الگ نہیں کیا جاسکا۔ اس کے علاوہ خواجہ معین الدین کا ڈرامہ '' تعلیم بالغاں'' ، امجد اسلام امجد کے ڈرامے '' وارث، دہلیز، سمندر اور رات''، '' خدیجہ مستور'' کے ناول آنگن پر بنایا گیا ڈرامہ جسے آج کی نئی نسل نے بے حد پسند کیا، شوکت تھانوی کے ناول پر بنا ڈرامہ سیریل '' پگلی'' ، میمونہ خورشید کے ناول '' میں چاند سی'' ، نایاب جیلانی کے ناول '' کوئی چاند رکھ میری شام پر''، ہاشم ندیم کے ناول پر بنا ڈرامہ سیریل '' خدا اور محبت'' آمنہ ریاض کے ناول '' ماہ تمام'' فائزہ افتخار کے ناول '' کیا اسیری کیا رہائی''، عمیرہ احمد کے ناول '' مات، تھوڑا سا آسمان، لاحاصل، قید تنہائی، دوراہا، شہر ذات، زندگی گلزار ہے، میری ذات ذرہ بے نشان، من و سلویٰ اور الف پر بنائے گئے، ڈرامے قابل ذکر ہیں اب آپ اندازہ لگائیے کہ ان عکس بند ڈراموں نے مصنفین اور اُن کی تحریر کو شہرت عام بقائے دوام سے کیسے نوازا اور دیگر ناولوں کی نسبت ان تحریروں کو لوگوں کی کس قدر زیادہ پزیرائی ملی۔

ادب کو فروغ کے سفر میں اب باری آتی ہے خطاطی کی، اسلامی خطاطی نے دنیا کو نئی جہت عطا کی ہے۔ مسجدوں، مزاروں، دروازوں، ایوانوں، آرام گاہوں، قلعوں کو اسلامی خطاطی نے اپنا مرکز و محور بنایا، کئی کُتب صرف خطاطی کے اصول وضوابط پر تحریر کی گئی ہیں۔ مسلمانوں کی روایات کا اہم رُکن خطاطی نے عربی، فارسی اور اُردو کے دامن کو وسیع کیا ہے۔ قرآن کریم، حدیث نبوی ﷺ ، اسماءُ الحسنیٰ، اولیاءاللہ کا کلام، شعرا کا کلام غرض ہر لفظ کو مسلم خوشنویسوں نے خونِ جگر سے سیراب کیا۔ موضوع کے مطابق اگر ہم اُردو ادب کے فروغ میں خطاطی کے مقام و مرتبہ کی بات کریں تو کلامِ غالبؔ، اقبالؔ، فیضؔ اور فرازؔ کو اُردو کے بہترین خطاطوں نے خطاطی کے بامِ عروج تک پہنچایا، خطاطی کے میدان میں جن شعرا کے کلام کو سریرِ خامہ کی مدھر آواز نے اپنے سحر انگیز سروں پر رقصاں کیا اور عالمِ ناپائیدار کے افق پر جگمگایا اُن میں ڈاکٹر علامہ محمد اقبالؔ اور مرزا اسداللہ خان غالبؔ ہیں۔ علامہ اقبال کو سید صادقین احمد نقوی، اسلم کمال، وصی حیدر، خورشید گوہر قلم، ارم عابد، خالد جاوید یوسفی اور دیگر خطاط نے بے حد خوبصورتی کے ساتھ صفحہ قرطاس پر اُتارا ہے۔ سید صادقین کی خطاطی کے متعلق فیض احمد فیضؔ صاحب فرماتے ہیں:

''صادقین نہ صرف ایک اعلیٰ ترین درجہ کا مصور ہے بلکہ وہ ایک مفکر بھی ہے۔ وہ اپنی تخلیقی صلاحیتوں سے ابجد میں جدت کے جوہر اور رنگوں کی قوس قزح سے حرف کا تاریخی تقدس قائم رکھتے ہوئے ناظرین کے احساس کو چھوتا ہے۔ گویا کینوس پر لکھی عبارت دیکھنے والے سے مخاطب ہو''(۱۱)

مصوری کی طرح خطاطی کے کچھ فن پارے تشنگانِ علم کے لئے پیش کر رہا ہوں، ملاحظہ فرمائیے:

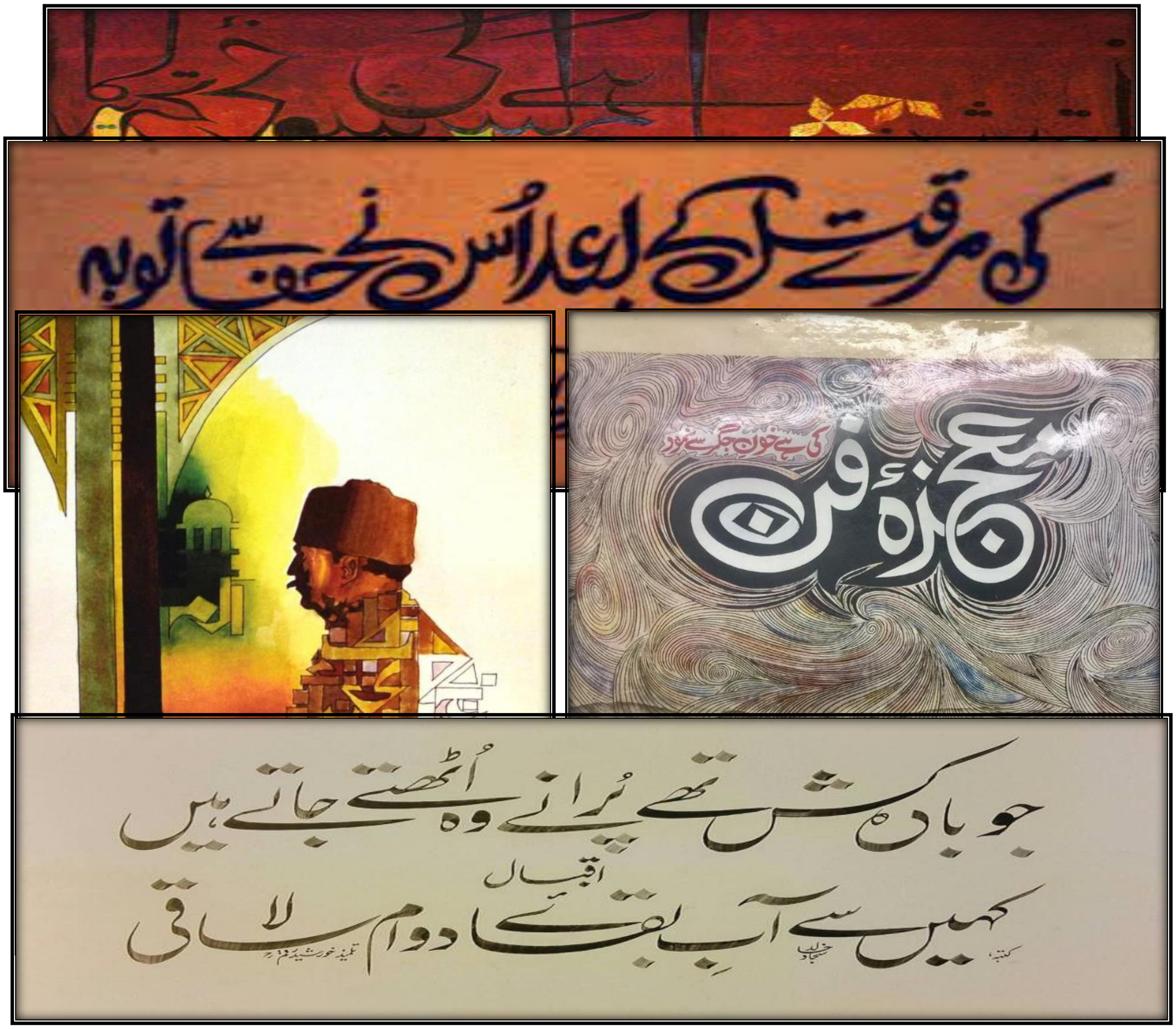

محولہ بالا تحقیقی و علمی بحث سے یہ بات تو روز روشن کی طرح عیاں ہو چکی ہے کہ فُنُون لطیفہ میں پیغام رسانی کی بڑی طاقت ہے۔ادب کے ساتھ ایک مسئلہ یہ ہے کہ اس کے اسرار و رموز سمجھنے کے لئے پڑھا لکھا ہونا بہت ضروری ہے جبکہ فُنُون لطیفہ میں یہ شرط لازمی نہیں موسیقی کو ان پڑھ ، غیر زبان، غیر ملکی بھی سُن کر محظوظ ہو سکتا ہے جھوم سکتا ہے اور کبھی کبھی تو بہت سے شعر اور مصرعے بھی یاد کر لیتا ہے جبکہ وہ ان کا مطلب یا لکھنا نہیں جانتا، یہ طاقت ہے موسیقی کی ہندوستان میں اسلام کے پھیلاؤ کے لئے صوفیا کرام نے محفل سماں کا باقاعدہ بندوبست کیا جس کے غیر معمولی نتائج حاصل ہوئے۔اسی طرح اگر مصوری کے سحر کی بات کی جائے تو شاید ہی کوئی شخص ایسا ہو گا جسے رنگ اچھے نہ لگتے ہوں، شاعری کے بھاری بھر کم الفاظ اور اُن کے معنوں کو سمجھنا ہر کسی کے بس کی بات نہیں، لیکن جب شعر کو رنگوں کے ساتھ پیش کیا جاتا ہے تو دنیا کا کوئی بھی انسان اس کے کچھ نہ کچھ قریب کے معنی ضرور اخذ کر سکتا ہے۔

جن لوگوں کو شاعری سے لگاؤ نہیں لیکن مصوری سے ہے تو وہ ایسی کتابوں یا تصویروں کے ذریعے بڑی آسانی سے شاعری کو سمجھ سکتے ہیں جن میں شعرا کے کلام کو مصور کیا گیا ہوتا ہے۔ادب اور مصوری کا تو ساتھ بہت قدیم ہے علامہ اقبال جیسی نابغہ روزگار ہستی بھی اس بندھن کی اہمیت سے خوب آگاہ دکھائی دیتے ہیں۔ تھیٹر کی تاریخی قدامت سے انکار ممکن نہیں قدیم یونان کے لوگ تھیٹر سے واقف تھے۔اٹھارویں انیسویں صدی میں بہت سے ممالک نے باقاعدہ تھیٹریکل کمپنیاں قائم کیں۔ بیسویں صدی میں ٹیلی ویژن کی ایجاد نے دنیا میں نئے دور کا آغاز کیا۔آج اکیسویں صدی میں ٹیلی ویژن نے تھیٹر کو تقریباً پچھاڑ دیا ہے۔ٹیلی ویژن کے ہوتے ہوئے کتاب کی اہمیت بہت کم رہ گئی ہے۔

اس لئے جس ناول یا افسانے کو ڈرامے کی صورت پیش کیا جائے گا اُس کے لوگوں میں عام ہونے کے امکانات کہیں زیادہ ہیں بانسبت کتابی شکل میں شائع کرنے اور کتاب گھروں کی زینت بنانے کے، میرا ہر گز یہ مطلب نہیں کہ کتاب شائع کرنا چھوڑ دیں یا کتاب اپنی اہمیت کھو چکی ہے، البتہ

اس کی طلب میں کمی ضرور آئی ہے۔ اب رہی بات خطاطی کی تو انسان خوبصورتی کی طرف راغب ہوتا ہے۔ اُس میں پائی جانے والی جمالیاتی حس اُسے ہر اُس شے کا گرویدہ کر دیتی ہے جس سے اُس کی جمالیاتی حس کو تسکین پہنچے، خطاطی میں دو (۲) راز مضمر ہیں پہلا یہ کہ وہ ہماری روایت سے جوڑی ہوئی ہے اور دوسرا وہ ہمارے مذہبی احساس کو جگاتی ہے ،اسلامی خطاطی ہمارے ایمان کو تازہ کرتی ہے۔ اس لئے قدیم دور سے آج تک مذہبی عبادت گاہوں کو خصوصی طور پر خوشنویسوں کے قلم سے مزین کیا جاتا رہا ہے۔ خوش خط لکھا ہوا پڑھنے کو دل چاہتا ہے اور اُس میں استعمال کیے گئے رنگ اپنی طرف کھینچتے ہیں۔ خطاطی اس قدر بڑا فن ہے کہ ہزاروں سال گزرنے کے باوجود اپنی حیثیت آج بھی برقرار رکھے ہوئے ہے۔ کمپیوٹر کی ایجاد نے جہاں اس کی ضرورت واہمیت کو بہت حد تک کم کر دیا ہے وہاں خطاطی کے نسخوں کی طلب بے حد بڑھ چکی ہے، کلام اقبالؔ و غالبؔ کو جس قدر خوش نویسوں نے کینوس کی زینت بنایا ہے ان سے شاعری کے فروغ میں گراں بہا اضافہ ہوا ہے۔ آج کی نسل نو کہاں جان سکتی تھی کہ دیوان غالبؔ کا فلسفہ کیا تھا یا علامہ اقبالؔ کے مذہبی جوش سے بھرے اشعار کن نوجوانوں کے لئے تھے ، مگر خطاطی کے پُر خلوص جذبے سے آنکھوں کو خیرہ کرنے والی تحریریں، ہزاروں، لاکھوں روپوں کے انمول فن پارے اپنے گھروں کی زینت بنانے کے لئے خرید لاتے ہیں۔ ان تمام تر دلائل سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ادب اپنے تیئں وہ اثرات نہی رکھتا جو دیگر فُنُون لطیفہ کا ساتھ ملنے پر اس میں پیدا ہو جاتے ہیں۔

حوالہ جات

۱) فراق گور کھپوری، اقوال، تمدن اور فنون لطیفہ (rekhta.org) ،وقت: ۲:۵۳، تاریخ: ۱۳-۰۱-۲۰۲۳، بروز جمعہ

۲) شکیل الرّحمٰن، ڈاکٹر، اقبال اور فنونِ لطیفہ، لاہوتی پرنٹنگ پریس، دہلی، ص: ۱۳

۳) Essential History of Art, DEMPESEY PARR, Queen Street House 4, UK, Pg9(introduction),2000

۴) History of music - Wikipedia,Time:6:55pm,Date: 04-01-2023

۵) The World's Oldest Writing - Archaeology Magazine, Time: 11:34, Date: 04-01-2023

۶) Islamic calligraphy - Wikipedia, Time: 1:52,Date: 05-01-2023

۷) 12 of History's Most Influential Poets, From Ancient Times Until the 20th Century (historycollection.com), Time 5:12 pm, 6-01-2023

۸) شیما مجید، مقالاتِ چغتائی، حصہ اوّل، ادارہ ثقافتِ پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۸۷ء، ص: ۲۲، ص، 263

۹) صفی صفدر، صادقین ایک تاریخ ساز مصوّر، سہ ماہی، ادبیات، اسلام آباد، جلد ۱، جولائی تا ستمبر ۱۹۸۷ء، شمارہ: ۱، ص: ۲۶۳

۱۰) شیما مجید، مقالاتِ چغتائی، حصہ اوّل، ادارہ ثقافتِ پاکستان، اسلام آباد، جنوری ۱۹۸۷ء، ص: ۲۹

۱۱) خطِ صادقین، سنگِ میل پبلی کیشنز، شاہراہِ پاکستان ۲۵، مال روڈ، لاہور، ۲۰۱۶ء: ص ۵